eISSN: 2789-6331
pISSN:2789-4169

ڈاکٹر شیر علی
صدر شعبۂ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان
ڈاکٹر نبیل احمد نبیل
ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈویژن آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور
محمد عثمان
ایم فل اُردو، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

Dr. Sher Ali
Chairperson Dept. of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad, Pakistan
Dr. Nabeel Ahmed Nabeel
Associate Professor of Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
Muhammad Usman
M.Phil Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی کے ادبی و لسانی زاویے: دکنی روایت کے تناظر میں

LITERARY AND LINGUISTIC ASPECTS OF DR. NASEER UD DIN HASHMI (WITH REFERENCE TO DECCANI TRADITION)

ABSTRACT

Naseer ud Din Hashmi (1895–1964) was one of the influential literary persons of the twentieth century who left an indelible mark in the Urdu literary world based on his research efforts. He made Deccani literature his cloak and followed it throughout his life and preserved it by taking a research look at Deccanism. He traces Urdu in West India. His main argument is that long before the rise of Islam, Arabs used to visit India on the Malabar Coast for trade purposes. During that period, the language that became the common medium of expression between the Arabs and the local people of the Deccan is Urdu. This article presents his literary and linguistic contributions with reference to his books especially Deccan Mein Urdu, Europe Mein Deccani Makhtotaat, Maqalaat e Hashmi and Deccani Culture. His writings also provide a basis and a model for those doing research on how the development of Urdu has happened or is happening in different regions.

KEYWORDS

Revivalism of Islamic Thoughts, Innovative Thinking, Symbolic system, Continuous Struggle, Ideological reconstructions

نصیر الدین ہاشمی(1895ء-1964ء) کا شمار بیسویں صدی کی اُن شخصیات میں ہوتا ہے، جنھوں نے اپنی تحقیق کی بدولت اُردو دنیا پر نمایاں اثرات مرتسم کیے۔ دکن، دکنی زبان اور اُس کا ادب اُن کی دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ وہ اُردو کا سراغ جنوبی ہند بالخصوص دکن میں لگاتے ہیں۔ اُردو زبان کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے اُن کی تحقیق کا بنیادی استدلال یہ ہے کہ عرب، اسلام کی آمد سے قبل ہی ہندوستان میں مالابار کے ساحلوں پر تجارت کے سلسلے میں آیا جایا کرتے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا، جب عربوں اور مقامی آبادی کے باہمی روابط کی بدولت دکن میں اُردو کے آثار نمایاں ہوئے۔ اِس تحقیقی مقالے میں نصیر الدین ہاشمی کے ادبی و لسانی زاویوں کا جائزہ دکنیات کے خصوصی تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ اِس ضمن میں اُن کی تحریروں بالخصوص "دکن میں اُردو"، "یورپ میں دکنی مخطوطات"، "مقالاتِ ہاشمی" اور "دکنی کلچر" کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اُن کی تحقیق ایسے اسکالرز کے لیے بھی تحقیقی و تنقیدی بنیاد فراہم کرتی ہے، جو اُردو کے آغاز و ارتقا کو مختلف خطوں کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نصیر الدین ہاشمی کا خاندان 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد سے حیدر آباد، دکن میں آباد ہے۔ اُنھوں نے منشی اور مولوی عالم کا امتحان دارالعلوم، حیدر آباد سے پاس کیا۔ حضرت امجدؔ حیدر آبادی اُن کے دارالعلوم، حیدر آباد میں استاد تھے جن سے ہاشمی صاحب کا عمر بھر کا ساتھ رہا۔ وہ دارالعلوم، حیدر آباد میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں کالج کی تنظیم "انجمن ثمرۃ الادب" کے سیکرٹری رہے۔ اُنھیں شروع سے ہی علمِ زبان و ادب سے بہت زیادہ دل چسپی رہی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اُنھوں نے اپنے لیے دو موضوع خصوصیت سے مختص کیے ہیں جن میں دکن کی اُردو زبان کی تاریخ و تنقید، اور نسوانیات (1)۔ یعنی یہ دو موضوعات اُن کی دل چسپی کے خاص میدان تھے۔ درس و تدریس اور تعلیم و تحقیق کے ساتھ براہِ راست اُن کا کوئی تعلق نہیں تھا مگر اِس کے باوجود اُنھوں نے اُردو زبان و ادب کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ اُنھوں نے دفترِ دیوانی فنانس، بلدہ، حیدر آباد، دکن میں ملازمت اختیار کی جہاں سے وہ جسٹرار کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ "دکن میں اُردو" (1923ء) اُن کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس نے اُنھیں شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ اُن کی دیگر نمایاں تصانیف میں "یورپ میں دکھنی مخطوطات" (1932ء)، "سلاطینِ دکن کی ہندوستان شاعری" (1933ء)، "حضرت امجدؔ کی شاعری" (1934ء)، "خواتینِ عہدِ عثمانی" (1936ء)، "مدراس میں اُردو" (1938ء)، "مقالاتِ ہاشمی" (1939ء)، "خواتینِ دکن کی اُردو خدمات" (1940ء)، "فلم نما" (1940ء)، "تاریخ عطیاتِ آصفی" (1942ء)، "حیدر آباد کی نسوانی دنیا" (1944ء)، "کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی

فہرست "(1957ء)، "دکھنی ہند و اور اُردو" (1958ء)، "دکھنی (قدیم اُردو) کے چند تحقیقی مضامین" (1963ء)، اور "دکنی کلچر" (1963ء) نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ اُن کا انتقال 26 ستمبر 1964ء کو حیدر آباد میں ہوا۔

"دکن "میں اُردو کا پہلا ایڈیشن 1923ء میں سامنے آیا جس میں نصیر الدین ہاشمی نے دکن کے تمام علاقوں کی اُردو کا جائزہ نہایت جامع انداز سے پیش کیا ہے۔ یہ کتاب مکتبۂ ابراہیمیہ، حیدر آباد، دکن نے شائع کی۔ وہ اِس موضوع پر کتاب کی اشاعت کے بعد بھی کام کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس کتاب کا پہلا ایڈیشن جو محض 180 صفحات پر مشتمل تھا، مگر جب اِس کتاب کا چھٹا ایڈیشن اُن کی وفات سے کچھ عرصہ قبل سامنے آیا تو وہ 1100 صفحات پر مشتمل تھا۔ اِس کتاب کی دوسری اشاعت 1926ء میں اور تیسری اشاعت 1932ء میں مکتبۂ ابراہیمیہ، حیدر آباد سے ہی ہوئی۔ تیسری اشاعت میں یہ تبدیلی ہوئی کہ اِس میں سے مدراس اور میسور میں اُردو سے متعلق ابواب نکال دیے گئے کیوں کہ "مدراس میں اُردو" کے نام سے اُنھوں نے علیحدہ سے ایک کتاب تشکیل دے دی۔ اِس کی چوتھی اشاعت ترمیم و اضافہ کے بعد 1952ء میں مکتبہ معین الادب، لاہور نے کی اور اِس کی پانچویں اشاعت بنا کسی ردوبدل کے اُردو مرکز، لاہور نے 1960ء میں کی۔ "دکن میں اُردو" کی چھٹی اشاعت 1964ء میں نسیم بک ڈپو، لکھنؤ نے کی جس میں ایک جدید باب "آندھرا میں اُردو" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اب تک اِس کتاب کے درجنوں ایڈیشن سامنے آچکے ہیں اور باقی کے تمام ایڈیشن اُسی چھٹی اشاعت کی بنیاد پر کسی ردوبدل کے بنا سامنے آئے ہیں۔ ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی (موجودہ قومی کونسل برائے فروغِ اُردو، نئی دہلی) نے اِس کتاب کی پہلی اشاعت 1985ء میں کی جس کے اب تک چار ایڈیشن سامنے آچکے ہیں۔ اِس کا موجودہ جدید طباعت پر مشتمل چوتھا ایڈیشن 2016ء میں منظر عام پر آیا۔ نصیر الدین ہاشمی کی اِس شہرہ آفاق کتاب کا تجزیہ اُس جامع ترین چھٹی اشاعت کی بنیاد پر یہاں پیش کیا جائے گا جس کو بعد میں ہونے والی تمام اشاعتوں میں بنیاد بنایا گیا۔ "دکن میں اُردو" کو نصیر الدین ہاشمی نے آٹھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ اُن آٹھ ادوار پر تفصیلی گفتگو سے پہلے اُنھوں نے اُردو زبان کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ اِس ضمن میں اُنھوں نے جنوبی ہند میں اُردو کی ابتدا اور اُس کی ترقی، اُردو کی ابتداء، پراکرت، دکن میں اُردو کی ابتداء، اُردو کے نام، دکن میں اُردو نثر و نظم کی ابتداء، دکھنی نثر کی ابتداء، اور دکھنی کا پہلا شاعر اور نظم کی ابتدا جیسے مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔ آٹھ ادوار کی تفصیل کے بعد اخبارات و رسائل، ماہوار اور سہ ماہی رسالے، اور اُردو کے اداروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُن آٹھ ادوار کی وضاحت کچھ یوں ہے:(2)

دور	نام	دورانیہ
پہلا دور	بہمنی دور	747ھ تا 900ھ
دوسرا دور	قطب شاہی و عادل شاہی دور	901ھ تا 1100ھ

تیسرا دور	مغلیہ دور	1101ھ تا1136ھ
چوتھا دور	سلطنت آصفیہ اور اُردو	1136ھ تا1220ھ
پانچواں دور	سلطنت آصفیہ اور اُردو	1220ھ تا1301ھ
چھٹا دور	سلطنت آصفیہ اور اُردو	1301ھ تا1336ھ
ساتواں دور	سلطنت آصفیہ اور اُردو	1336ھ تا1375ھ
آٹھواں دور	آندھرا میں اُردو	1376ھ تا1376ھ /1956ء

ہندوستان میں غیر اقوام کے باشندے شروع سے ہی آتے اور آباد ہوتے رہے ہیں۔ نصیر الدین ہاشمی کا خیال ہے کہ آریائی قوم نے جب شمالی ہندوستان پر حملہ کیا تو اُنھوں نے وہاں کے لوگوں کو جنوبی ہندوستان میں منتقل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اُن کی زبانوں میں تامل، تلگو، اُڑیا وغیرہ جیسی زبانیں شامل تھیں، جس کے باعث آج بھی دکن میں اِن زبانوں کا چلن موجود ہے۔ آریاؤں نے اپنی زبان کو اعلیٰ ثابت کرنے کے لیے اُس کے قواعد کے اُصول مرتب کیے اور اُس کے نتیجہ میں سنسکرت ہمارے سامنے آئی۔ سنسکرت کے مقامی زبانوں کے ساتھ روابط سے پراکرت کا وجود ممکن ہوا۔ سنسکرت تو پنڈتوں تک محدود رہی مگر یہ پراکرت عوام کی زبان بن کر سامنے آئی۔ ہاشمی صاحب نے پروفیسر دیبر کی لسانی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی تک بیس سے زائد پراکرتیں بولی جاتی تھیں، جن میں پانچ زیادہ معروف و مقبول ہوئیں۔ اِن پراکرتوں میں پالی، جینی، مہاراشٹری، سوراسنی اور مگدھی شامل ہیں۔ ''اُردو زبان برج بھاشا سے نکلی'' جیسے قیاس آرائی پر مبنی لسانی تصور کو نصیر الدین ہاشمی مسترد کرتے ہیں اور اِس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''سوراسنی کا دوسرا نام برج بھاشا ہے۔ یہ زبان بہت وسیع علاقہ میں بولی جاتی تھی۔ سندھ سے بہار اور لاہور سے مالوہ تک اُس کی وسعت تھی۔ اُردو زبان کا مخزن اُسی برج بھاشا کو قرار دیا گیا تھا مگر جدید تحقیقات کی رو سے یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے''۔(3)

دکن میں اُردو کی روایت کے آغاز سے قبل کم و بیش ایک صدی تک اُردو شمالی ہند میں پروان چڑھتی رہی۔ دکن میں اُردو کو ہندی اور ہندوی جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ زبان کے لیے دکنی بھی اُردو کے ایسے ہی قدیم ناموں میں سے ایک ہے۔ عبد القادر سروری (1906ء-1971ء) کے نزدیک دکنی قدیم اُردو کا وہ روپ ہے، جس کی ادبی نشو و نما ابتدائی زمانے میں دکن اور گجرات میں چودھویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے سترھویں صدی کے اواخر کے دوران ہوئی۔(4) شمالی ہند سے جو زبان دکن میں گئی، وہ دکنی اور وہی زبان گجرات میں گجری یا

گجراتی کہلائی۔ یہ کوئی اور نہیں بلکہ اُردو زبان ہی تھی، جس کا آغاز دیگر جدید ہند آریائی زبانوں کی طرح گیارھویں صدی عیسوی کے اوائل سے ہوا۔

اُردو زبان سے متعلق عمومی طور پر پائے جانے والے چار نظریات کی طرف اُنھوں نے اشارہ کیا ہے جن میں اُردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی، سندھ سے ہوئی، دکن سے ہوئی، اور دوآبہ گنگا جمنا سے ہوئی، شامل ہیں۔ اُردو زبان کے آغاز کے حوالے سے ماہرین کے ہاں دو باتیں عموماً پائی جاتی ہیں۔ پہلی بات اُردو زبان کا تعلق مسلمانوں کی ہندوستان آمد کے ساتھ سے۔ دوسری بات اُردو زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے ملاپ کی ایک اہم یادگار ہے۔ اِنھی دونوں باتوں پر نصیر الدین ہاشمی بھی یقین رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی آمد سب سے پہلے سندھ، پنجاب اور دکن کے علاقوں میں ہوئی۔ اِسی بات کو بنیاد بنا پر ہاشمی صاحب کی رائے ہے کہ جن اصحاب کا دعویٰ ہے کہ اِس (اُردو) کی ابتدا سندھ اور دکن سے ہوئی وہ ایک حد تک غلط نہیں ہو سکتا۔ (5) محض اِس بات کو بنیاد بنا کر کہ مسلمان چوں کہ سب سے پہلے سندھ، پنجاب اور دکن میں آئے لہٰذا اُردو کی ابتدا اُنھی دونوں علاقوں سے ہوئی، ناکافی ہے۔ سندھ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے ملاپ سے اگر کوئی نئی زبان وجود میں آتی تو اُس میں عربی اور سوراسنی کا اشتراک نمایاں نظر آتا مگر وہاں تو فارسی زبان کے الفاظ زیادہ نظر آتے ہیں۔ لہٰذا جدید لسانی تحقیق کی بنیاد پر سندھ کو اُردو کا مولد قرار دینا درست نہیں۔ یہی استدلال دکن اور پنجاب میں اُردو کے حوالے سے بھی درست ثابت ہوتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی بھی اِسی استدلال کے باعث بعد میں اِس خیال کے حامی ہیں کہ اُردو کا مولد سندھ، دکن اور پنجاب نہیں۔ اُردو کا مولد ہونے سے متعلق وہ دوآبہ گنگا جمنا کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اِس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''مسلمان فاتحین شمال کی جانب سے ہندوستان میں داخل ہوئے تو اول اُنھوں نے پنجاب میں قیام کیا مگر اُس کے بعد دہلی کی جانب پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کے صدہا خاندان جو ترک، مغل اور افغان تھے جن کی زبان عام طور سے زیادہ تر فارسی تھی۔ پنجاب سے لے کر دہلی تک آباد ہو گئے۔ اُس زمانہ میں یہاں ''جدید ہندو آریائی دور کی پراکرت'' زبان بولی جاتی تھی۔ اُس دیسی زبان میں غیر ملکیوں کی زبان کی آمیزش ہونے لگی اور اِس امتزاج سے اُردو کی پیدائش ہوئی''۔ (6)

دہلی فتح کرنے کے بعد مسلمان فاتحین نے جنوبی ہندوستان کے علاقوں کی طرف رخ کیا۔ وہاں ابھی اُردو زبان پختہ نہیں ہوئی تھی مگر جب یہ فاتحین دکن میں گئے تو اُس زبان کو وہاں پھلنے پھولنے کا نمایاں مواقع ملے اور جلد ہی اُسے وہاں قبولِ عام حاصل ہوا۔ دکن میں اُردو کے مختلف ناموں کے حوالے سے اُنھوں نے دکھنی اور ہندی دو نام ہی درج کیے ہیں جب کہ اُردو شمالی ہند میں ریختہ، اُردو، اُردئے معلی وغیرہ جیسے ناموں سے منسوب رہی۔ بہمنی سلطنت 1347ء میں قائم ہوئی، جو دکن کے پورے علاقے سمیت جنوبی ہند کے مختلف خطوں میں پھیل چکی

تھیں۔ بعد ازاں یہ دکن کے مختلف علاقوں میں پانچ خود مختار سلطنتوں میں تقسیم ہو گئیں۔ مرزا خلیل احمد بیگ (پ:1945ء) کے خیال میں دکن کی خود مختار سلطنتوں نے اُردو کی ترقی اور اُس کی ترویج و اشاعت میں جی کھول کر حصہ لیا۔(7) وہ ریاستیں برید شاہی سلطنت (بیدر)، عماد شاہی سلطنت (برار)، نظام شاہی سلطنت (احمد نگر)، عادل شاہی سلطنت (بیجاپور) اور قطب شاہی سلطنت (گول کنڈہ) کی صورت میں سامنے آئیں۔

ولیؔ نے زبان اُردو زبان کے لیے ریختہ کا لفظ استعمال کیا، جو اُنھوں نے اپنے سفر دہلی کے بعد سے استعمال کیا۔ دکھنی نثر کی ابتدا کے حوالے سے نصیر الدین ہاشمی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ جدید تحقیقات کی روشنی میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد حسینی وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اِس کی ابتدا کی اور "معراج العاشقین" اور "ہدایت نامہ" وغیرہ مرتب کیے۔(8) دکھنی کا پہلا شاعر بھی وہ اُنھیں ہی قرار دیتے ہیں۔ اُن کے خیال میں دکن میں اُردو نثر کا آغاز شاعری سے پہلے ہوا۔ شاعری کے حوالے سے پہلے نظم میں مثنوی، پھر رباعی، غزل اور قصیدہ کا آغاز ہوا۔ پہلے دور کو اُنھوں نے بہمنی دور کا نام دیا ہے جو 747ھ تا 900ھ تک محیط تھا۔ اِس دور میں اُنھوں نے بہمنی دور کی تاریخ کا جائزہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دس نثر نگاروں اور شاعروں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ دوسرے دور کو اُنھوں نے قطب شاہی اور عادل شاہی دور کا نام دیا ہے جو 901ھ تا 1100ھ تک محیط تھا۔ اُس دور میں اُنھوں نے قطب شاہی اور عادل شاہی اُردو کے علاوہ نظام شاہی اور برید شاہی اُردو کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اُس دور کی تاریخ بیان کرنے کے علاوہ اُنھوں نے چونتیس قطب شاہی اُردو شاعروں اور چھ نثر نگاروں کا تذکرہ کیا ہے۔ عادل شاہی دور کی تاریخ بیان کرنے کے علاوہ انتیس شاعروں اور دو نثر نگاروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نظام شاہی اُردو کے ضمن میں تین شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے ۔برید شاہی دور سے دکن میں مرثیے کا آغاز ہوا جس میں ہاشمی صاحب نے اٹھارہ شاعروں کا تذکرہ کیا ہے۔ تیسرے دور کو مغلیہ دور کا نام دیا گیا ہے جو 1101ھ تا 1136ھ تک محیط تھا جس میں اکتیس شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں ادوار کو سلطنت آصفیہ اور اُردو کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ چوتھا دور 1136ھ تا 1220ھ تک محیط تھا جس میں پینسٹھ عمومی شاعروں کے علاوہ پندرہ مرثیہ گو شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پانچواں دور 1220ھ تا 1301ھ تک محیط تھا جس میں اکتالیس شاعروں کا تذکرہ پیش کرنے کے علاوہ اُس دور کی نثر کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

چھٹا دور 1301ھ تا 1336ھ تک محیط تھا۔ اِسی دور میں اُردو کو سلطنتِ آصفیہ کی سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ اُس دور کے چوبیس شعرائے محبوبی اور ستائیس شعرائے عہدِ عثمانی کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ اُسی دور کی پانچ معروف انجمنوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جن میں انجمن ترقی اُردو، ایجوکیشنل کانفرنس، اقبال کلب، عثمانیہ ریڈنگ روم، اور انجمن ثمرۃ الادب شامل ہیں۔ ساتواں دور 1336ء تا 1375ء تک محیط تھا جس میں کلیہ جامعہ عثمانیہ اور شعبۂ تالیف و ترجمہ کے علاوہ چونتیس شاعروں اور تینتیس نثر نگاروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اُسی دور کی آٹھ خواتین

شعرا کے علاوہ نو خواتین نثر نگاروں اور اُن کے کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُسی دور میں ڈراما اور اداکاری، خطیب اور وکلا، نستعلیق ٹائپ اور اُردو کرنسی نوٹ پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اخبارات اور رسائل کے ضمن میں چھ شخصیات اور چودہ انجمنوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ آخر میں "آندھرا میں اُردو" کے نام سے ایک باب کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں انیس مرد شعرا اور چار خواتین شعرا، بارہ مرد نثر نگار اور چھ خواتین نثر نگاروں کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ آندھرا میں اُردو ہی کے تناظر میں ہاشمی صاحب نے آٹھ اخبارات ور سائل، سات ماہوار اور سہ ماہی رسائل، اور دس اُردو کے اداروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہر باب کے آغاز میں پہلے اُس دور کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہیں پھر اُس دور کے شاعروں اور نثر نگاروں کا سوانحی تذکرہ کرنے کے ساتھ اُن کا نمونۂ کلام بھی پیش کرتے ہیں۔ خواتین نثر نگاروں اور شاعروں کے علاوہ اُنھوں نے مختلف اُردو اخبارات ور سائل، اداروں اور انجمنوں کا بھی خاطر خواہ ذکر کیا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اُنھوں نے نہایت سادہ زبان استعمال کی ہے۔

نصیر الدین ہاشمی کی کتاب "دکن میں اُردو" کو بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی جس کی بدولت اُنھیں حکومتِ آصفیہ کی جانب سے وظیفہ پر یورپ روانہ کیا گیا تاکہ وہاں کے کتب خانوں نے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے وہ مزید تحقیق کر سکیں۔ ستمبر 1928ء کو وہ انگلستان روانہ ہوئے اور وہاں کے کتب خانوں سے ایک سال تک مواد اکٹھا کرتے رہے۔ 1929ء میں وہ ہندوستان واپس پہنچے اور واپس آتے ہی وہ اپنی کتاب مکمل کرنے کے بعد اُسے شایع کروانے کے خواہش مند تھے۔ مگر طبیعت کی خرابی کے باعث وہ اِسے جلد مکمل نہ کر سکے اور یوں یہ کتاب "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کے عنوان سے اُن کی یورپ واپسی کے تین سال بعد 1932ء میں منظر عام پر آئی جسے شمس المطابع، عثمان گنج، حیدر آباد، دکن نے شایع کیا۔ اپنے ایک سالہ یورپ کے قیام کے دوران اُنھوں نے انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور پیرس کے کتب خانوں کی خاک چھانی اور وہاں کے کتب خانوں میں موجود مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فہرستوں میں موجود اغلاط کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ اُن کی اصلاح بھی کی۔ وہاں کے کتب خانوں میں موجود دکھنی مخطوطات کا تذکرہ، دکھنی مصنفین کے حالات اور نمونۂ کلام کے ساتھ متفرق اُردو اور فارسی نسخوں کے اختلافات اُنھوں نے اپنی اِس کتاب میں وضاحت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اُردو زبان کے قدیم ترین مصنفین اور اُن کے کلام کے نمونے (مخطوطات) اِس کتاب میں جامع معلومات کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں جو نصیر الدین ہاشمی کی تحقیق کا حاصل ہیں۔ اپنی اِس کتاب میں وہ مخطوطات کا تعارف اِس بہترین انداز سے کرواتے ہیں کہ قارئین کو اصل مخطوطات دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ "یورپ میں دکھنی مخطوطات" کی ترتیب کے حوالے سے ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے میں نے قطب شاہی مخطوطات کا ذکر کیا ہے۔ اِس کے بعد عادل شاہی پھر دورِ مغلیہ کے

بعد سہ ہوٹ پھر میسور اور ارکاٹ کے بعد دورِ آصفیہ کے مخطوطات کا ذکر ہے۔ اِس کے بعد نا معلوم مخطوطے بیان کیے گئے ہیں"۔(9)

وہ جرمنی کے کتب خانوں سے بھی استفادہ کرنا چاہتے تھے اور اِس مقصد کے حصول کے لیے اُنھوں نے اپنے یورپ میں قیام کی تین ماہ توسیع کی درخواست بھی جمع کروائی تھی جو منظور نہ ہو سکی۔ اُس وقت وہ پیرس میں تھے لہٰذا اُنھیں وہیں سے واپس ہندوستان آنا پڑا۔ "یورپ میں دکھنی مخطوطات" اُن کی دوسری تصنیف تھی اور اِسے بھی "دکن میں اُردو" کی طرح بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ 1923ء میں جب "دکن میں اُردو" سامنے آئی تب مدراس چوں کہ دکن کا حصہ تھا لہٰذا "مدراس میں اُردو" کے نام سے ایک باب اُسی کتاب میں شامل تھا جس میں مدراس میں اُردو زبان کی صورت حال پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ "دکن میں اُردو" کا جب تیسرا ایڈیشن شایع ہوا تو ضخامت کے باعث "مدراس میں اُردو" والے باب کو اُس کتاب میں سے نکال کر ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں شایع کر دیا گیا۔ نصیر الدین ہاشمی نے مذکورہ سبب کے علاوہ اِس کتاب کو لکھنے کے دو امور بیان کیے ہیں جو اِس کے لیے محرک ثابت ہوئے:

"اِس کتاب کو لکھنے کے دو امور محرک ہوئے اول یہ کہ آج سے کئی سال پہلے مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب نے اپنے ایک خطبۂ صدارت جو مدراس کی کسی انجمن میں پڑھا گیا تھا، اہلِ مدراس کو توجہ دلائی تھی کہ "مدراس میں اُردو" کے نشوونما اور اُس کی ارتقا کی تاریخ لکھی جائے مگر کسی نے آج تک اِس جانب پیش قدمی نہیں کی۔ چوں کہ "دکن میں اُردو" کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں اِس موضوع پر کچھ لکھ دیا گیا تھا اِس لیے اِس کو ایک مستقل صورت میں پیش کر دینا مفید معلوم ہوا۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ہمارے خاندان کو حیدرآباد میں توطن ہوئے ستر سال سے زیادہ ہو چکے ہیں مگر سالہا سال کے قدیم خاندانی تعلق کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اِس خطہ کی کوئی عملی خدمت انجام دی جائے جہاں بزرگوں نے اپنی ساری ساری عمر علم و ادب کی خدمت میں گزاری"۔(10)

نصیر الدین ہاشمی کا اُردو کے دکن میں پیدا ہونے کا بنیادی استدلال مسلمانوں اور ہندوؤں کا باہمی میل جول ہے۔ پھر وہ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے چوں کہ مدتوں دکن میں قیام کیا، لہٰذا ایک مخصوص زبان کا ظاہر ہونا ناگزیر تھا، جسے وہ اُردو قرار دیتے ہیں۔ ہاشمی نے دکن کے حوالے سے جس نظریے کی بنیاد رکھی، اُس کی انتہائی شکل ڈاکٹر آمنہ خاتون نے "دکنی کی ابتدا" میں واضح کی۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے دکنی کو اُردو سے بالکل جدا زبان قرار دے دیا۔ اُن کے نزدیک شورسینی اپ بھرنش اور مرہٹی میں عربی اور فارسی کی سات سو سال کے عرصے میں بتدریج آمیزش اور پڑوس کی جدید آریائی زبانوں سے لین دین اور راہ رسم کی وجہ سے مرہٹی کے دوش بدوش دکنی کی نشوونما ہوئی۔(11)

یہاں ایک اہم لسانی نکتہ سامنے آتا ہے کہ آیا دو مختلف لسانی خاندانوں کے ملاپ سے ایک ایسی زبان کا وجود ممکن ہے، جو کسی تیسرے لسانی خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ اِس بات کا سادہ سا جواب ہے کہ نہیں۔ ایک طرف دراویدی خاندان مثلاً ملیالم، تامل، کنڑ، مرہٹی اور دوسری طرف سامی خاندان یعنی عربی، تو اِن کی آمیزش سے ایک تیسرے خاندان یعنی آریائی مثلاً دکنی اُردو کی پیدائش کا امکان خارج از بحث ہے۔

اُردو کی ابتدا سے متعلق بحث "مدراس میں اُردو" میں نہیں کی گئی چوں کہ یہ گفتگو تفصیل کے ساتھ "دکن میں اُردو" کے تیسرے ایڈیشن میں کی جاچکی تھی۔ مدراس سے مراد کرناٹک، آندھرا، تامل، ملیبار، اور میسور جیسے علاقے ہیں مگر ہاشمی صاحب نے اپنی اِس کتاب میں مدراس سے مراد کرناٹک کو لیا ہے جو مغلیہ دور میں صوبہ کرناٹک کے نام سے جانا پہچانا تھا۔ "مدراس میں اُردو" کو اُنھوں نے کل آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے اور اِن میں شامل شخصیات کو اُنھوں نے عمومی انداز سے پیش کیا ہے یعنی شاعری یا نثر نگاری کی بنیاد پر اشخاص کو بیان نہیں کیا گیا۔ دوسری طرف اِس کتاب میں کسی خاتون کو شامل نہیں کیا گیا کیوں کہ "خواتینِ دکن کی اُردو خدمات" کے ضمن میں اُنھوں نے علیحدہ سے ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں دکن کی خواتین کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں ایک شخصیت، دوسرے میں گیارہ، تیسرے میں تینتالیس، چوتھے میں چھتیس کے علاوہ شمالی ہند کے بعض متوطن مدراس کے ضمن میں پانچ، پانچویں باب میں مدراس کے مرثیے کے تناظر میں نو، چھٹے باب میں مدراس کے اخبارات اور انجمنیں، ساتویں باب میں سہ ہوٹ میں اُردو اور تین شخصیات، اور آٹھویں باب میں میسور میں اُردو کے تناظر میں حیدر علی و ٹیپو سلطان اور دیگر کتیس شخصیات کے علاوہ میسور کے اخبارات کا احوال بھی بیان کیا گیا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی کے خیال میں صوبہ مدراس میں بولی جانے والی زبانوں میں تلنگی، کنڑی اور تامل وغیرہ کے نام نمایاں حیثیت کے حامل ہیں جب کہ اِن میں سے کوئی ایک زبان بھی پورے صوبے کی لسانی نمائندگی ٹھیک سے نہیں کرتی۔ اگر کوئی زبان پورے صوبہ مدراس میں مستعمل نظر آتی ہے تو وہ صرف "ہندوستانی" ہے۔(12) مدراس کے اہلِ قلم کا احوال اِس کتاب میں نہایت اچھے اور جامع انداز میں درج کیا گیا ہے جس کا کریڈٹ مکمل طور پر ہاشمی صاحب کی ذات کو جاتا ہے۔

نسوانیات کے موضوع سے نصیر الدین ہاشمی کو خاصی دل چسپی رہی ہے۔ اِسی بنا پر اُن کی دو کتابیں "خواتین عہدِ عثمانی" اور "خیابانِ نسواں" کے نام سے شایع ہو چکی تھیں۔ اِسی موضوع پر "خواتینِ دکن کی اُردو خدمات" کے عنوان سے یہ اُن کی تیسری کتاب ہے جو کہ دکن کی خواتین کی اُردو خدمات کا مختصر مگر جامع تذکرہ ہے۔ یہ کتاب 1940ء میں منظر عام پر آئی جسے رزاقی مشین پریس، حیدر آباد، دکن نے شایع کیا۔ "دکن میں اُردو" اور "مدراس میں اُردو" کی طرز پر اُنھوں نے اپنی اِس کتاب میں خواتینِ دکن کی اُردو خدمات کا جامع انداز سے تذکرہ پیش کیا ہے۔ اِس کتاب میں "قلمرو آصفی" کی حد تک خواتین کی اُردو خدمات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے جب کہ کسی قدر براڑ، مدراس، میسور اور

بنگلور کی خواتین کی اُردو خدمات کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔ اپنی اِس کتاب کی ترتیب میں اُنھوں نے دو امور کا خاص خیال رکھا ہے۔ اول یہ کہ اُن خواتین کو بھی اِس کتاب میں شامل کیا گیا ہے جن کی پیدائش تو دکن میں نہیں ہوئی البتہ اُنھوں نے دکن کو بعد میں اپنا وطن بنالیا۔ دوم یہ کہ اِس کتاب میں نثر یا شاعری کے انتخاب کے سلسلہ میں کسی مخصوص پہلو کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ اُردو یا ہندوستانی کی ترقی کے لیے دکنی خواتین نے جو خدمت کی ہے اُس کی پانچ مختلف صورتوں کو ہاشمی صاحب نے ذیل کے انداز میں بیان کیا ہے:

۱۔ مولفین اور شعرائے اُردو کی سرپرستی وغیرہ

۲۔ شعر گوئی

۳۔ نثر نگاری وانشاپردازی

۴۔ خطابت

۵۔ صحافت اور انجمنوں کے ذریعے اُردو کی خدمت گزاری(13)

اُن کی اِس کتاب کو آٹھ بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جن میں سب سے پہلے قلمرو آصفی کے حوالے سے اُنھوں نے چوبیس خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ دوسرے حصے میں دورِ عثمانی کا ذکر ملتا ہے جسے شاعری اور نثر نگاری جیسے مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ شاعری کے تناظر میں جامعہ عثمانیہ سے غیر متعلق شاعرات کے حوالے سے اُنھوں نے پچیس خواتین کا تذکرہ کیا ہے اور دختراِن جامعہ عثمانیہ سے متعلق شاعرات کے حوالے سے دس خواتین کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ نثر نگاری کے ضمن میں جامعہ عثمانیہ سے غیر متعلق نثر نگاروں میں اُنھوں نے پچاس خواتین کا ذکر کیا ہے جبکہ دوسری طرف جامعہ عثمانیہ سے متعلق نثر نگاروں میں اٹھائیس خواتین کا ذکر کیا گیا ہے اور اِسی حصے میں گیارہ غیر مسلم خواتین کا احوال بھی بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا حصہ خطابت کے حوالے سے ہے جس میں بیس خواتین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چوتھا حصہ صحافت سے متعلق ہے جس میں سترہ خواتین کا ذکر بیان ہوا ہے۔ پانچواں حصہ حیدر آباد کی نسوانی انجمنوں سے متعلق ہے جس میں چھ انجمنوں کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ چھٹا حصہ خواتینِ براڑ کی نظم و نثر کے حوالے سے ہے جس میں چار خواتین کا ذکر ملتا ہے۔ ساتوں حصہ خواتینِ مدراس کی نظم و نثر کے حوالے سے ہے جس میں سترہ خواتین کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری حصہ خواتینِ میسور کی نظم و نثر کے حوالے سے ہے جس میں نو خواتین کی اُردو خدمات کا تذکرہ ملتا ہے۔ دکن کی خواتین کی اُردو خدمات کے حوالے سے یہ ایک جامع کتاب ہے۔

"دکھنی ہندو اور اُردو" کے عنوان سے نصیر الدین ہاشمی کی کتاب 1958ء میں سامنے آئی جسے مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد، دکن نے شایع کیا۔ اِس کتاب میں سترھویں اور اٹھارھویں صدی کی اُردو کا تذکرہ ملتا ہے جو اُس دور کے تمام ہندو شاعروں اور نثر نگاروں کے تعارف

وتذکرہ پر مشتمل ہے۔ ہاشمی صاحب نے یہاں ہندو شاعروں اور نثر نگاروں کی اُردو زبان و ادب کے حوالے سے خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ اِن ہندو ادیبوں اور شاعروں میں کئی ایسے بھی ہیں جن کی مادری زبان اُردو نہیں ہے مگر اُردو زبان و ادب سے اُنھیں گہری دل چسپی اور وابستگی رہی ہے۔ ادبی شخصیات کے علاوہ اُنھوں نے اپنی اِس کتاب میں اخباری ایڈیٹروں اور وکلا کا بھی ذکر کیا ہے۔ "دکن میں اُردو" میں نصیر الدین ہاشمی نے سات ادوار کا ذکر کیا ہے۔ اُنھی ادوار کے اعتبار سے اُنھوں نے یہاں ہندو شاعروں اور ادیبوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلے دور میں کسی ہندو شاعر یا نثر نگار کا ذکر نہیں ملتا۔ دوسرے اور تیسرے دور میں ایک ایک ہندو شاعر کا ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھے دور میں انیس شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پانچویں دور میں سترہ شاعروں اور چار نثر نگاروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ چھٹے دور میں تینتالیس شاعروں اور چھ نثر نگاروں کا ذکر ملتا ہے۔ آخری دور میں چوبیس ہندو شاعروں اور بتیس نثر نگاروں کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ فرزندانِ جامعہ عثمانیہ کے حوالے سے بارہ شاعروں اور پانچ شاعرات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اِسی طرح اکتیس مرد نثر نگاروں اور نو خواتین نثر نگاروں کا احوال بیان ہوا ہے۔ اخبارات و رسائل اور اُن کے ایڈیٹروں کے ضمن میں بیس ہندو شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں آٹھ وکلا کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ہاشمی کے نزدیک اُردو زبان و ادب کے فروغ میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا ہے اور اِسی سلسلے کی اہم کڑی اُن کی یہ کتاب "دکھنی ہندو اور اُردو" ہے۔

1963ء میں نصیر الدین ہاشمی کے مضامین پر مشتمل ایک کتاب "دکھنی (قدیم اُردو) کے چند تحقیقی مضامین" کے نام سے سامنے آئی جسے آزاد کتاب گھر، دلّی نے شایع کیا۔ اِس کتاب کے نمایاں مباحث میں قدیم اُردو یا دکھنی ادب کے موضوع، قدیم اُردو (دکھنی) میں ن سیرۃ النبی ﷺ کا ذخیرہ، قدیم اُردو کے قصص الانبیا، قدیم اُردو (دکھنی) میں نیچرل شاعری، سلطان علی عادل شاہ ثانی اور اُس دور کی شاعری، اُردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں، محمد حنیفہ کے متعلق منظوم داستانیں، اور اُردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ لطف النسا امتیاز کا دیوان اور مثنوی گلشن شعر اشامل ہیں۔ "دکنی کلچر" کے عنوان سے نصیر الدین ہاشمی کی ایک اور کتاب اِسی سال سامنے آئی جسے مجلس ترقیِ ادب، لاہور نے شایع کیا۔ اپنی اِس کتاب میں اُنھوں نے دکن کے کلچر کی زبردست طریقے سے عکاسی کی ہے اِس ضمن میں اُنھوں نے اِس کتاب کو کل سات بنیادی حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے کے نمایاں مباحث میں دکن میں مسلمانوں کا آکر بس جانا، ساحل ہندوستان پر مسلمانوں کا توطن، عربوں اور ہندوؤں کے قدیم تعلقات، یہودیوں اور مسیحیوں کی آمد ہندوستان میں، سینٹ توما، مسلمانوں کی آمد ساحل ہندوستان میں، مسلمانوں کی بحری اور تجارتی حالت، راجا سیلون کا اسلام لانا، ساحل ہند پر مسلمانوں کی نو آبادی، ساحل ہند پر اسلامی آبادی کا دوسرا دور، ساحل کارومنڈل، مغربی ساحل، پہلی مسجد بنانے کی یادگار، اور فہرست اولیا دکن شامل ہیں۔ دوسرے حصے کے نمایاں مباحث میں دکن میں مسلمانوں کی سلطنتیں،، ساحل ہند کی مسلمان حکومتیں، دکن کی بہنی حکومت، بیجاپور کی عادل شاہی حکومت کا علمی و ادبی پس منظر اور تمدنی و معاشرتی پس منظر، گولکنڈہ یا

حیدرآباد کی قطب شاہی حکومت، براڑ کی عماد شاہی حکومت، خاندان والا جاہی حکومت کا خاتمہ، سدھوتے اور کرنول کے پٹھانوں کی حکومت (عبدالنبی خان، عبدالمحمد خان، عبدالحمید خان، محسن خان، عبدالمجید خان)، اور میسور کی حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی حکومت شامل ہیں۔ تیسرے حصے میں دکن میں مغربی (یورپین) تہذیب اور تمدن کا آغاز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھے حصے میں زبان وادب کے مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کے نمایاں مباحث میں جمشید قطب شاہ، سلطان محمد قلی قطب شاہ، آصف، عثمان، نواب غلام محمد غوث والا جاہ کے بعض علمی کارنامے، مہاراجا کشن پرشاد، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے اُردو کارنامے، شاعری، نثر نگاری، فوجی قواعد وضوابط میں اُردو کا دخل، معاشرت اور رسم رواج میں اُردو کا دخل، موسیقی میں اُردو کا استعمال، ڈراما نگاری، اور حیدر آباد کی قدیم ادبی محفلیں اور انجمنیں شامل ہیں۔ پانچویں حصے میں رہن سہن، مکان، آرکی ٹیکچر، ملبوسات، کھانا پینا، مہمان نوازی، حیدر آباد کے شاہی اور امرا کے دستر خوان، امرا اور جاگیر داروں کے باورچی خانے، ضیافتیں، حقہ، سگار، سگریٹ، شاہی مہمانوں کا جلوس، قدیم دل چسپی کے مشاغل، اور دکن کی سواریاں جیسے موضوعات شامل ہیں۔ چھٹے حصے کے نمایاں مباحث میں رسم ورواج، مہینوں کے نام، مہینوں کی تقریبات، شادی بیاہ کی تقریبات، عیدین، ہندو رسومات مسلمانوں میں، قدیم حیدرآباد کے بارہ مہینے اور اُن کے لوازم اور دیگر تقریبات و تہوار شامل ہیں۔ آخری حصے میں موسیقی کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ یہ کتاب دکنی کلچر کے بارے میں ایک اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔

دکنیات کی روایت میں نصیر الدین ہاشمی ایک خاص حیثیت کے حامل ہیں۔ اُن کے لسانی نظریے سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی دکنی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔ وہ چوں کہ باضابطہ ماہرِ لسانیات نہیں تھے، اِس لیے ان کی تحریروں میں جدید لسانی اُصولوں کی ترجمانی نہیں ملتی۔ مگر دوسری طرف اُنھوں نے دکنی ادب کے آغاز وارتقا اور وہاں نظم ونثر کی تاریخ کو ترتیب دینے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اِس کے علاوہ اُنھوں نے دکن میں خواتین کی اُردو ادب کے حوالے سے خدمات کو نہ صرف اپنی تحریروں میں جگہ دی، بلکہ دکنی مخطوطات پر تحقیق کرنے میں اُن کا نام سرفہرست ہے۔ دکن میں اُردو زبان و ادب پر اظہارِ خیال کی روایت کا آغاز نواب نصیر حسین خاں خیال (1880ء-1934ء) کی تصنیف "داستانِ اُردو" (1916ء) سے ہوتا ہے، جسے نصیر الدین ہاشمی نے "دکن میں اُردو" کی شکل میں یوں آگے بڑھایا کہ آج دکنیات کی روایت میں اُن کا نام امر ہو چکا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

(1) ہاشمی، نصیر الدین۔ خواتینِ دکن کی اُردو خدمات۔ حیدر آباد، دکن: رزاقی مشین پریس، 1940ء۔ 12۔

(2) ہاشمی، نصیر الدین۔ دکن میں اُردو۔ نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، 1985ء۔ 42۔ 43۔

(3) ایضاً۔ 32۔

(4) سروری، عبدالقادر۔ دکنی زبان۔ مشمولہ دکنی اُردو (مرتبہ عبدالستار دلوی)۔ ممبئ: شعبۂ اُردو، بمبئی یونیورسٹی، 1987ء۔ 329۔

(5) ہاشمی، نصیر الدین۔ دکن میں اُردو۔ محولۂ بالا۔ 33۔

(6) ایضاً۔ 36۔

(7) بیگ، مرزا خلیل احمد۔ اُردو کی لسانی تشکیل۔ کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، 2015ء۔ 134۔

(8) ہاشمی، نصیر الدین۔ دکن میں اُردو۔ محولۂ بالا۔ 41۔

(9) ہاشمی، نصیر الدین۔ یورپ میں دکھنی مخطوطات۔ حیدر آباد، دکن: شمس المطابع، 1932ء۔ 11۔

(10) ہاشمی، نصیر الدین۔ مدراس میں اُردو۔ حیدر آباد، دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، 1938ء۔ 7۔

(11) خاتون، آمنہ۔ دکنی کی ابتدا۔ بنگلور: ہمدرد پریس، 1970ء۔ 34۔

(12) ہاشمی، نصیر الدین۔ مدراس میں اُردو۔ محولۂ بالا۔ 8۔

(13) ہاشمی، نصیر الدین۔ خواتینِ دکن کی اُردو خدمات۔ محولۂ بالا۔ 18۔

مآخذ

آمنہ خاتون۔ دکنی کی ابتدا۔ بنگلور: ہمدرد پریس، 1970ء۔

عبدالستار دلوی۔ دکنی اُردو (مرتبہ)۔ ممبئ: شعبۂ اُردو، بمبئی یونیورسٹی، 1987ء۔

محی الدین قادری زور۔ دکنی ادب کی تاریخ۔ کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، 1960ء۔

مرزا خلیل احمد بیگ۔ اُردو کی لسانی تشکیل۔ کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، 2015ء۔

نصیر الدین ہاشمی۔ خواتینِ دکن کی اُردو خدمات۔ حیدر آباد، دکن: رزاقی مشین پریس، 1940ء۔

نصیر الدین ہاشمی۔ دکن میں اُردو۔ نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، 1985ء۔
نصیر الدین ہاشمی۔ دکھنی (قدیم اُردو) کے چند تحقیقی مضامین۔ دہلی: آزاد کتاب گھر، 1963ء۔
نصیر الدین ہاشمی۔ دکنی کلچر۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1963ء۔
نصیر الدین ہاشمی۔ دکنی ہندو اور اُردو۔ نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، 1984ء۔
نصیر الدین ہاشمی۔ مدراس میں اُردو۔ حیدرآباد، دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، 1938ء۔
نصیر الدین ہاشمی۔ مقالاتِ ہاشمی۔ لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، 1939ء۔
نصیر الدین ہاشمی۔ یورپ میں دکھنی مخطوطات۔ حیدرآباد، دکن: شمس المطابع، 1932ء۔
یوسف سرمست۔ دکنی ادب کی مختصر تاریخ۔ حیدرآباد: آل انڈیا اُردو ریسرچ اسکالرس کونسل، 2006ء۔